زندگی وقف کرنے کی تحریک

از

سیدنا حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

زندگی وقف کرنے کی تحریک

(تقریر فرمودہ یکم مئی ۱۹۴۴ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

میری تحریک پر ہماری جماعت کے بہت سے دوستوں نے اپنی زندگیاں خدمت دین کیلئے وقف کی ہیں مَیں سمجھتا ہوں شاید قادیان میں سے ہی ساٹھ ستر بلکہ اس سے بھی زیادہ نوجوانوں نے اپنی زندگی وقف کی ہے۔ وقف کا جو مفہوم اِس وقت تک عمل میں آ رہا ہے اِس کے لحاظ سے میں نے تبلیغی اخراجات کا ایک معمولی سا اندازہ لگایا ہے اور غور کیا ہے کہ اگر دنیا کے ایک معتد بہ حصہ میں جس طرح پانی کا ایک چھینٹا دے دیا جاتا ہے اِسی طرح اگر ہم چھینٹے کے طور پر ہی تبلیغ کریں تو جماعت پر مالی لحاظ سے کتنا بار پڑ جاتا ہے۔ اخراجات کا وہ معمولی اندازہ بھی ایسا ہے جو درحقیقت ہماری جماعت کی موجودہ حالت کے لحاظ سے ایک اچھا خاصہ بوجھ ہے۔ مثلاً سب سے پہلے تبلیغی نقطۂ نگاہ سے ہمارے سامنے ہندوستان ہے۔ ہندوستان جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مامور کی بعثت کیلئے منتخب فرمایا ہے اِس میں اس وقت گیارہ صوبے ہیں۔ سندھ، سرحد، پنجاب، یوپی، بہار، اُڑیسہ، بنگال، سی پی، بمبئی، مدراس، آسام۔ یہ وہ صوبے ہیں جو گورنروں کے صوبے ہیں۔ ان کے علاوہ بلوچستان ہے، وہ بھی ایک مستقل ملک ہے۔ اگر اس کو ملا لیا جائے تو بارہ بن جاتے ہیں۔ پھر بعض بڑی بڑی ریاستیں ہیں جو درحقیقت صوبوں کی قائم مقام ہیں جیسے کشمیر، حیدرآباد، میسور، بڑودہ، گوالیار اور ٹراونکور ہیں۔ بارہ[۱۲] وہ اور چھ یہ اٹھارہ ہوگئے۔ اِس کے بعد درمیانی درجہ کی ریاستوں میں سے بیکانیر ہے، جے پور ہے، جودھ پور ہے یہ سب ریاستیں مل کر کئی صوبوں

کے برابر ہو جاتی ہیں۔ اگر ان میں چار مرکز بھی مقرر کئے جائیں تو بائیس مقامات ہو گئے جہاں ہمیں اپنے تبلیغی مراکز قائم کرنے چاہئیں۔ اگر ایک ایک مبلّغ فی صوبہ مقرر کیا جائے تو بیس مبلّغ رکھنے پڑتے ہیں۔ مگر ان میں سے کئی صوبے ایسے ہیں جو خاص توجہ کے محتاج ہیں اور کسی نہ کسی وجہ سے ان میں تبلیغ کرنا بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ مثلاً پنجاب مرکز ہے احمدیت کا اور اِس وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ لاہور، راولپنڈی اور ملتان خاص اہمیت رکھتے ہیں اور اس وجہ سے کہ بیعت شروع ہوئی تھی لدھیانہ سے، لدھیانہ بھی اہم مقام ہے اور اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پہلے زیادہ تر سیالکوٹ میں رہے ہیں، سیالکوٹ بھی خاص توجہ چاہتا ہے۔ اسی طرح امرتسر پنجاب میں مشہور شہر ہے۔ یہ چھ جگہیں ایسی ہیں جہاں ہمیں چھ مبلّغ رکھنے چاہئیں۔ ایک مبلّغ چونکہ صوبہ کے لحاظ سے آ گیا تھا اِس لئے اُس کو نکال کر پچیس مبلّغ ہو گئے۔ اِس کے بعد یوپی لے لیا جائے۔ یوپی اس لحاظ سے کہ کسی زمانہ میں مسلمانوں کا مرکز رہا ہے زیادہ توجہ کا محتاج ہے گو وہاں مسلمان اب کم ہیں مگر پھر بھی لکھنؤ، الٰہ آباد، کانپور اور بنارس خاص جگہیں ہیں۔ اگر صوبہ کا ایک مبلّغ نکال دیا جائے تو تین مبلّغ اَور بڑھ گئے۔ گویا پچیس اور تین اٹھائیس ہو گئے۔ بنگال میں ڈھاکہ اور کلکتہ کے علاوہ میمن سنگھ ایک اہم جگہ ہے اور مسلمانوں کا مرکز ہے۔ وہاں مولوی کثرت سے پائے جاتے ہیں ان مقامات میں کم سے کم ہمیں دو مرکز قائم کرنے چاہئیں۔ اٹھائیس پہلے تھے دو یہ ہو گئے گویا تیس مبلّغ ہو گئے۔

سندھ میں حیدر آباد ایسا شہر ہے جہاں مستقل مرکز کی ضرورت ہے کیونکہ وہاں سے تاجر ساری دنیا میں پھیل جاتے ہیں اِس طرح اکتیس مبلّغ ہو گئے۔ بمبئی میں احمد آباد اور پونہ خاص مقام ہیں اگر ان کو بھی شامل کر لیا جائے تو تینتیس ہو گئے۔ مدراس میں مالا بار وہ جگہ ہے جہاں احمدیت کی ابتدا ہوئی۔ دوسرا اہم شہر مدراس میں مدورا ہے جو پانچ لاکھ کی آبادی رکھتا ہے۔ ان دو کو شامل کر کے پینتیس مبلّغ ہو گئے۔ ان میں سے بعض شہر ایسے ہیں جن میں ایک ایک مبلّغ کافی نہیں ہو سکتا جیسے کلکتہ ہے یا بمبئی ہے یا اسی طرح کے بعض دوسرے شہر ہیں۔ اگر ان شہروں کے لئے جن میں دہلی بھی شامل ہے پانچ اور مبلّغ رکھے جائیں تو چالیس مبلّغ ہو گئے۔ چالیس مبلّغوں کے لئے اگر ان شہروں کے اخراجات کو مدنظر رکھا جائے، مکانات کا کرایہ دیکھا جائے اور اِدھر

اُدھر پھرنے پر جو اخراجات ہوتے ہیں ان کو ملحوظ رکھا جائے تو درحقیقت دوسَو روپیہ فی مبلّغ خرچ کا اندازہ ہے۔ پھر خالی مبلّغ رکھنا کافی نہیں ہوسکتا بلکہ تبلیغ کیلئے ٹریکٹوں وغیرہ کی اشاعت بھی ضروری ہوتی ہے ایسے کاموں کے لئے اگر سَو روپیہ ماہوار رکھا جائے تو تین سَو روپیہ ماہوار ایک مبلّغ پر خرچ آ سکتا ہے۔ چالیس کو تین سَو سے ضرب دی جائے تو بارہ ہزار روپیہ ماہوار یا ایک لاکھ چوالیس ہزار روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ اگر چھ ہزار روپیہ بعض اور تبلیغی ضروریات کیلئے رکھ لیا جائے کیونکہ بعض دفعہ فوری طور پر ایسے اخراجات آ پڑتے ہیں جن کا خیال تک نہیں ہوتا تو ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کے بعد ہم ادنیٰ سے ادنیٰ تبلیغی مرکز ہندوستان میں کھول سکتے ہیں اور یہ ابھی صرف شہر ہیں دیہات کا حساب نہیں کیا گیا حالانکہ دیہات کی طرف ہمارا توجہ کرنا اور بھی ضروری ہے۔ اِس سے کم توجہ کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے اور اگر ہم کم توجہ کریں تو دنیا کی آبادی کے مقابلہ میں یہ ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی شخص شہر کی ایک تنگ گلی کے ایک چھوٹے سے مکان میں ایک تنگ کوٹھڑی میں دروازے بند کر کے شور مچانا شروع کر دے۔ ابتداء میں جب ہم نے احمدیت کا اعلان کرنا تھا یہ صورت ہمارے لئے کافی ہوسکتی تھی مگر موجودہ صورت میں چالیس مبلّغوں اور ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ سے کم میں ہندوستان کے شہروں میں تبلیغ کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں بنتے۔ پھر جہاں چالیس مبلّغ ہوں گے وہاں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض دفعہ کوئی بیمار ہو جائے یا ان میں سے کوئی چھٹی پر چلا جائے۔ ان امور کو دیکھتے ہوئے درحقیقت دس مبلّغ ہمیں زائد رکھنے پڑیں گے تا کہ جو لوگ چھٹی پر آئیں اُن کی جگہ وہ اس عرصہ میں تبلیغ کر سکیں بلکہ چالیس مبلّغوں کے لحاظ سے دس مبلّغ ریزرو رکھنے بھی کم ہیں اصل میں بیس مبلّغ ہونے چاہئیں۔ بہرحال دس ہی سمجھ لو تو پچاس ہو گئے۔ دس مبلّغوں کو ان اچانک پیش آنے والی ضروریات کے لئے اگر مرکز میں رکھا جائے تو چونکہ ان کے اخراجات اتنے نہیں ہو سکتے جتنے اُن مبلّغوں کے اخراجات ہوسکتے ہیں جو باہر رہتے ہیں، اِس لئے مَیں سمجھتا ہوں ان کے لئے بیس ہزار روپیہ ہمیں زائد رکھنا چاہئے۔ گویا ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ ہو گیا۔ یہ کم سے کم وہ تبلیغی اخراجات ہیں جو ہندوستان کے بعض شہروں پر ہو سکتے ہیں لیکن اِس رقم میں لٹریچر کے اخراجات صرف نام کے طور پر رکھے گئے ہیں۔ ان اخراجات سے ایسا لٹریچر شائع نہیں کیا جا سکتا جو سارے ہندوستان میں شور مچا دینے والا ہو۔

اگر اس کو بھی مدنظر رکھ لیا جائے اور یہ سمجھ لیا جائے کہ اڑھائی ہزار روپیہ ماہوار زائد طور پر ایسے لٹریچر کے لئے رکھنا چاہئے تو تیس ہزار روپیہ سالانہ ہو گیا اور ایک لاکھ ستّر ہزار میں شامل کر کے پورا دو لاکھ روپیہ بن گیا۔ یہ تو صرف ہندوستان کے شہروں کی تبلیغ کا اندازہ ہے۔ گاؤں کی تبلیغ اِس کے علاوہ ہے۔ گاؤں کی آبادی شہروں سے نو گنے زیادہ ہے مگر چونکہ وہاں خرچ شہروں سے کم ہوتا ہے۔ اگر پانچ گنے زیادہ خرچ گاؤں کی تبلیغ کا رکھا جائے تو ہندوستان کی تبلیغ کیلئے جو معمولی ہوگی پچاس شہری مبلّغ اور ساڑھے سات سَو گاؤں کے مبلّغ اور بارہ لاکھ روپیہ سالانہ کی ضرورت ہوگی۔ اب رہی باہر کی تبلیغ۔ مَیں نے سوچا ہے کہ بیرونی ممالک میں سے انگلستان سب سے مقدم ہے۔ اسی ملک کے لوگ ہندوستان میں آئے اور انہوں نے ہمارے ملک کو فتح کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی انگلستان کے متعلق بڑی بڑی پیشگوئیاں ہیں اور اُن پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جلد یا بدیر انگلستان کیلئے اسلام لانا مقدر ہے۔ اِس وقت وہاں ہمارا صرف ایک مبلّغ رہتا ہے اور ساڑھے چار کروڑ کی آبادی ہے۔ ایک مبلّغ چار کروڑ کی آبادی والے ملک میں رکھنا کوئی معنی ہی نہیں رکھتا اور پھر اس ایک مبلّغ کیلئے بھی ہم صحیح طور پر تبلیغی سامان بہم نہیں پہنچا رہے۔ اگر وہ مبلّغ سال میں صرف ایک دفعہ دو صفحے کا اشتہار شائع کرے تو چار کروڑ کی آبادی میں ایک کروڑ اشتہار شائع ہونا چاہئے۔ اگر ایک صفحہ کے ایک ہزار اشتہار کی صرف ایک روپیہ قیمت سمجھی جائے تو دو صفحہ کا اشتہار دو روپیہ میں ہزار چھپے گا اور چونکہ ہم نے ایک کروڑ اشتہار شائع کرنا ہے اس لئے ایک کروڑ کے لئے بیس ہزار روپیہ ضروری ہوگا۔ گویا اگر ہم اپنے مبلّغ کو بیس ہزار روپیہ دیں تو وہ اس کے ذریعہ سال میں صرف ایک دفعہ انگلستان کے ہر آدمی تک پہنچ سکتا ہے بشرطیکہ بچوں وغیرہ کو نکال دیا جائے۔ میں نے سَوا دو کروڑ بچوں وغیرہ کو نکال کر بقیہ آبادی کے نصف پر اندازہ لگایا ہے مگر سال میں ایک دفعہ اشتہار پہنچنے پر کسی کو کوئی خاص توجہ نہیں ہوسکتی۔ ضروری ہے کہ بار بار اشتہارات شائع کئے جائیں۔ اِس نقص کے ازالہ کیلئے اگر ہم صرف بیس لاکھ آدمیوں تک اپنی آواز پہنچائیں اور یہ فرض کر لیں کہ ان میں سے ہر شخص آگے پانچ پانچ آدمیوں کو وہ اشتہار پہنچا دے گا اور اس طرح ایک کروڑ آدمیوں تک ہماری آواز پہنچ جائے گی تو سال میں بیس لاکھ اشتہار ہم پانچ دفعہ شائع کر سکتے ہیں بجائے اِس کے کہ یکدم ایک کروڑ اشتہار شائع ہو۔ اس صورت میں

بیس ہزار روپیہ کے ذریعہ ہم ملک کی چوتھائی آبادی تک اپنی آواز پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ درحقیقت ہم صرف بیسویں حصہ تک آواز پہنچائیں گے آگے یہ امید کرلیں گے کہ وہ اور لوگوں کو بھی یہ پیغام پہنچادیں گے۔

گویا اگر ہم انگلستان کے مبلّغ کو بیس ہزار روپیہ لٹریچر کے لئے دیں تب وہ مبلّغ تھوڑا بہت کام کرتا ہوا نظر آ سکتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ہم اسے بیس ہزار تو کُجا دوسَو روپیہ بھی نہیں دیتے گویا وہ وہاں بیٹھا صرف روٹی کھا رہا ہے۔ پھر تبلیغ کے لئے صرف اشتہار ہی کافی نہیں ہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ لوگوں سے ملا جائے اور اُن سے ذاتی طور پر واقفیت پیدا کر کے انہیں تبلیغ کی جائے۔ مگر اتنا بڑا ملک جو ایک لمبے عرصہ سے دنیا کی آلائشوں میں ملوث چلا آ رہا ہے اور دنیا کی محبت اُس پر غالب ہے اُن کے پاس ایک آدمی کس طرح پہنچ سکتا ہے۔ پس میں نے یہ سوچا ہے کہ وہاں ہمارے کم سے کم پانچ مبلّغ ہونے چاہئیں۔ دو مبلّغ ہر وقت لندن میں رہیں اور دو مبلّغ مختلف شہروں میں دورہ کرتے رہیں اور جو لٹریچر وغیرہ شائع ہواُسے لوگوں میں تقسیم کریں تا کہ بار بار کے دَوروں سے لوگوں کے دلوں میں یہ تحریک پیدا ہو کہ فلاں اشتہار جو ہمیں ملا تھا اُس کا لکھنے والا مولوی بھی آج یہاں آیا ہوا ہے، اس سے ہم ذاتی طور پر بھی مل لیں اور پوچھیں کہ وہ کیا کہتا ہے۔ اس طرح لوگوں کو احمدیت کی طرف توجہ ہوگی اور ایک مبلّغ بطور سیکرٹری کے ہو جو لٹریچر وغیرہ کی اشاعت، فروخت اور دوسرے ایسے ہی کاموں کی نگرانی کرے۔ پس پانچ مبلّغ صرف انگلستان میں ہونے چاہئیں۔ انگلستان کے علاوہ یورپ میں یوں تو دس پندرہ ملک ہیں لیکن اگر مرکزی ممالک ہی لئے جائیں تو وہ جرمنی، اٹلی اور فرانس ہیں۔ ان ممالک میں ابتدائی طور پر کم سے کم چھ مبلّغ ہونے چاہئیں، ورنہ میرے نزدیک تو پندرہ مبلّغوں کی ضرورت ہے۔ چھ مبلّغ ایک ایک جگہ رہیں اور چھ مبلّغ دَورہ کرتے رہیں۔ مثلاً ہمارے کچھ مبلّغ جرمنی، اٹلی اور فرانس کے بڑے بڑے شہروں میں بیٹھ جائیں اور کچھ مبلّغ ان ممالک میں تبلیغی دَورے کرتے رہیں، کبھی کسی ملک میں جائیں اور کبھی کسی ملک میں اور تین مبلّغ مراکز میں بطور سیکرٹری کام کریں۔ پس پانچ انگلستان کے مبلّغ اور چھ یہ، گویا گیارہ مبلّغ یورپ کے لئے ایک اقل ترین چیز ہیں۔ اصل میں تو وہاں بیس مبلّغ ہونے چاہئیں تب ہم اپنی آواز ایک محدود حلقہ تک پہنچا سکتے ہیں۔ پھر

یونائیٹڈ اسٹیٹس امریکہ ہے۔ وہاں کی آبادی بارہ کروڑ ہے اور ہندوستان سے دوگنا ملک ہے مگر ہم نے وہاں صرف ایک مبلّغ رکھا ہوا ہے۔ اگر سارے ہندوستان میں ہم ایک مبلّغ رکھنے کی تجویز پیش کریں تو ساری مجلس قہقہہ لگا کر ہنس پڑے گی کہ یہ عجیب تبلیغ ہے کہ سارا ہندوستان سامنے ہے اور مبلّغ ایک رکھا جا رہا ہے۔ مگر ہم نے امریکہ میں جو ہندوستان سے دوگنا ملک ہے اپنا ایک ہی مبلّغ رکھا ہوا ہے۔ اگر امریکہ کو ہم چار حصوں میں تقسیم کریں تو وہاں بھی چار مبلّغ ہونے چاہئیں اور یہ بھی اقل ترین تعداد ہے۔ گیارہ وہ اور چار یہ پندرہ ہوگئے۔ پھر جنوبی امریکہ میں مبلّغوں کی ضرورت ہے۔ اسی طرح کینیڈا میں مبلّغوں کی ضرورت ہے۔ ان مقامات کے لئے اگر پانچ مبلّغ اور تجویز کریں تو اکیس ہوگئے۔ پھر عربی ممالک بھی توجہ کے محتاج ہیں۔ ان میں مصر ہے، شام ہے، فلسطین ہے، عراق ہے۔ ان میں بھی اگر وہی بات مدنظر رکھی جائے جو یورپین ممالک میں مدنظر رکھی گئی ہے اور ہم ان ممالک کے لئے دو جگہ سنٹر قائم کریں تو دونوں جگہ تین تین مبلّغ ہونے چاہئیں۔ ایک ایک مبلّغ تو سنٹر میں رہے اور رسالے وغیرہ کی ایڈیٹری کرے اور دو مبلّغ ہر وقت گشت لگاتے رہیں گویا کم سے کم یہ چھ مبلّغ اَور ہمیں چاہئیں۔ اکیس اور چھ ستائیس ہوگئے۔ پھر اگر سماٹرا اور جاوا وغیرہ جزائر کو مدنظر رکھا جائے تو کم سے کم چھ اَور مبلّغوں کا ہمیں شمار کرنا چاہئے۔ ستائیس پہلے اور چھ یہ تینتیس مبلّغ ہوگئے۔

بیرونی ممالک کی تبلیغ اور اشاعت لٹریچر کے لحاظ سے اوپر کے سولہ مشنوں پر کم سے کم چھ سَو روپیہ ماہوار فی مشن خرچ کی ہم کو گنجائش رکھنی چاہئے۔ یہ خرچ اندازاً ایک لاکھ سولہ ہزار کا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مبلّغوں کے آنے جانے کے اخراجات کے لئے روپیہ کی ضرورت ہوگی یا جو مبلّغ آئیں گے اُن کی جگہ دوسروں کو بھیجنے کی ضرورت ہوگی۔ بہرحال تینتیس بیرونی مبلّغین کے سالانہ ذاتی اخراجات کو اور تینتیس مبلّغ جو مرکزی پہلے مبلّغوں کے قائمقام ہو کر جانے کیلئے رکھے جائیں گے، اُن کے اخراجات کو ملحوظ رکھ کر ایک لاکھ چھیانوے ہزار روپیہ خرچ کا اندازہ ہے۔

افریقہ کے مختلف مشنوں کا خرچ بھی کم سے کم ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ رکھا جانا چاہئے۔ گویا تین لاکھ بہتر ہزار روپیہ سے بیرونی ممالک میں ہم اقل ترین تبلیغ کر سکتے ہیں۔ اگر ان میں بارہ لاکھ روپیہ ہندوستان کی تبلیغ کا بھی شامل کر لیا جائے تو پندرہ لاکھ بہتر ہزار اور مرکز کے اخراجات کو

شامل کر کے پونے سترہ لاکھ روپیہ سالانہ اگر ہم تبلیغ پر خرچ کریں تو ہندوستان اور یورپ میں اقل ترین تبلیغ کی جاسکتی ہے۔لیکن تحریک جدید کی تو دس سالہ آمد ملا کر بھی اتنی نہیں کہ ان اخراجات کوصرف ایک سال کے لئے برداشت کر سکے۔ یہ سال گزشتہ تمام سالوں سے اچھا رہا ہے مگر اِس سال بھی جماعت کی طرف سے صرف سَوا تین لاکھ روپیہ کے وعدے آئے ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ اِن وعدوں میں سے پورے کتنے ہوں گے۔ابھی پچھلے سالوں کے وعدوں میں سے بھی پچاس ہزار روپیہ کی وصولی باقی ہے۔گویا اگر ہم تحریک جدید کی ایک سال کی ساری آمد بھی تبلیغ پر خرچ کر دیں تو ہم ہندوستان اور بیرون ہند میں اقل ترین تبلیغ بھی نہیں کر سکتے۔ابھی ہماری زمینوں سے اتنی آمد شروع نہیں ہوئی کہ یہ کمی پوری ہو سکے بلکہ ہمیں اپنی زمینوں کے لئے ابھی اچھے کارکن بھی میسر نہیں آسکے۔اگر ان زمینوں کی اچھی پیداوار ہو تو ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی اِس ذریعہ سے بھی امید ہوسکتی ہے لیکن اگر ہم اس آمد کو تبلیغ کے جاری اخراجات پر خرچ کر دیں تو پھر ریزرو فنڈ قائم نہیں ہوسکتا بلکہ اگر ہم تحریک جدید کا چندہ آئندہ سالوں میں جاری رکھیں تب بھی ہم نے تبلیغی اخراجات کا جو اقل ترین اندازہ لگایا ہے بمشکل اس کا نواں حصہ پورا ہوسکتا ہے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یورپ جیسا براعظم جس کی تیس کروڑ سے زیادہ آبادی ہے وہاں ایک لاکھ آدمیوں پر ایک مبلّغ ہو تب صحیح طور پر تبلیغ ہوسکتی ہے۔گویا تیس کی بجائے ہمیں وہاں تین سَو مبلّغ رکھنے چاہئیں۔اور اگر امریکہ کو بھی شامل کرلیا جائے تو ان مبلّغوں کی تعداد چھ سَو تک بڑھانی پڑتی ہے۔ ہندوستان جو ہمارا مرکز ہے یہاں درحقیقت ہمارا کم سے کم دو ہزار مبلّغ ہونا چاہئے لیکن اگر ان باتوں کو دور کی باتیں سمجھ لو تو بھی پانچ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کا اندازہ تو ایک معمولی بات ہے مگر ابھی ہماری جماعت میں اتنی وسعت نہیں کہ ان اخراجات کو پورا کر سکے یا ابھی اتنا قربانی کا مادہ نہیں کہ اِس خرچ کو برداشت کر سکے۔مَیں سمجھتا ہوں اگر ہماری جماعت یہ فیصلہ کر لے کہ جیسے حضرت مسیح ناصری کی جماعت کے لوگ فقیر کہلانے لگ گئے تھے اِسی طرح وہ خدا کیلئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہو جائیں تو یہ پانچ لاکھ روپیہ سالانہ کی رقم بڑی آسانی سے مہیّا ہوسکتی ہے۔مگر یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر شخص کے دل میں اعلیٰ درجہ کا ایمان ہو۔ کچھ لوگ ایمان کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں کچھ ادنیٰ درجہ رکھتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو درمیانی

مقام پر ہوتے ہیں۔ یہ حالات مدنظر رکھتے ہوئے جبکہ ابھی ہماری جماعت کو وہ مالی وسعت حاصل نہیں کہ ان اخراجات کو برداشت کر سکے یہی صورت نظر آتی ہے کہ لوگ اپنے اپنے اخراجات پر باہر نکل جائیں اور خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کریں۔ مثلاً مغربی افریقہ ہے میں نے اور ممالک کا ذکر کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ یہاں ہماری جماعت کے لئے ایک بہت بڑا تبلیغی میدان پڑا ہے اور پُرانی اقوام دین کی باتیں سننے کے لئے پیاسی بیٹھی ہیں۔ یہاں اخراجات بھی بہت کم ہیں پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ روپیہ میں آسانی سے گزارہ ہوسکتا ہے اور پھران لوگوں میں بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ قربانی کرنے والے ہیں باوجود جاہل ہونے کے، باوجود دینی تعلیم سے کورے ہونے کے اور باوجود موجودہ تہذیب وتمدّن کی روشنی سے ناآشنا ہونے کے وہ اتنی جلدی اپنے تبلیغی اخراجات برداشت کرنے لگ جاتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی لوگ اتنی جلدی تبلیغی اخراجات برداشت نہیں کرتے۔ وہ فوراً مدرسے قائم کر لیتے ہیں، مسجدیں بنا لیتے ہیں اور اخراجات کا بوجھ خود اُٹھانے لگ جاتے ہیں۔ پس بہت بڑی بیداری ہے جو ان لوگوں میں پائی جاتی ہے اور قربانی کی روح ہے جو اُن میں نظر آتی ہے۔ یہ علاقہ ہماری تبلیغ کے لئے بہت ہی مبارک ہے۔ ہمیں وہاں روپیہ بھجوانے کی بہت کم ضرورت پیش آتی ہے کیونکہ وہاں کی جماعتیں خود اپنے اخراجات برداشت کر لیتی ہیں۔ ابھی ہمارے مبلّغ نے لکھا ہے کہ اگر وہاں تبلیغ کے لئے جماعت کے دوستوں کو بھجوایا جائے تو چھ مہینہ کے بعد مقامی جماعتیں ان کے اخراجات برداشت کر لیں گی۔ یہ لوگ ایسے ہیں جیسے کوئی سخت پیاسا ہوتا ہے اور پانی کے لئے چاروں طرف دیکھ رہا ہوتا ہے۔ دنیا نے اِن لوگوں پر اس قدر مظالم کئے ہیں کہ اب وہ اِس بات کی امید لگائے بیٹھے ہیں کہ کوئی آئے اور اُن کی تعلیم وتربیت کا انتظام کر کے انہیں عزت وآبرو کے مقام تک پہنچائے اور یہ بات اسلام اور احمدیت کے سِوا اُنہیں کسی جگہ میسر نہیں آ سکتی۔ افریقہ کے مغربی اور مشرقی یہ دو علاقے ایسے ہیں جن میں میرے نزدیک ہمیں اس وقت ایک سَو مبلّغوں کی ضرورت ہے۔ وہاں کا گزارہ پچاس روپیہ ماہوار میں ہو جاتا ہے کچھ گزارہ ہمیں مبلّغین کے اہل وعیال کو بھی دینا پڑتا ہے۔ اسی طرح لٹریچر کے اخراجات اور آمدورفت کے کرایہ وغیرہ کو شامل کر کے ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہوسکتا ہے لیکن مبلّغین کے اخراجات چونکہ بِالعموم وہ لوگ خود برداشت کر لیتے

ہیں اِس لئے اگر سَو مبلّغ ہوں تو ساٹھ ہزار روپیہ سال کے خرچ سے ہم وسیع طور پر وہاں تبلیغ کر سکتے ہیں۔ اگر ہم وہاں سَو مبلّغ مقرر کریں تو میرا اندازہ یہ ہے کہ ایک ایک سال میں ہی لاکھ دو لاکھ احمدی ہو جائیں اور دس بارہ سال میں خدا تعالیٰ کے فضل سے افریقہ کا اکثر حصہ احمدی ہو جائے کیونکہ تبلیغی لحاظ سے وہ اِس قسم کا علاقہ ہے جیسے کسی کو کوئی کان مل جاتی ہے یا خزانہ اُس کے ہاتھ آ جاتا ہے۔ اب ہمارا کام ہے کہ اِس کان کو کھودیں اور اِس خزانہ سے فائدہ اُٹھائیں۔ اگر ہم افریقہ میں صحیح طور پر تبلیغ کریں تو جیسے نبیوں کی جماعتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ایک دن یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا[1] کا نظارہ انہیں نظر آنے لگتا ہے اسی طرح ہم یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کا نظارہ افریقہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ وہاں بعض دفعہ ایک ایک دن میں سَو سَو، دو دو سَو بلکہ ہزار ہزار احمدی ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں تو جماعت کو اگر کہیں کامیابی ہو تو دوسری جگہ کے لوگ لٹھ لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ تمہیں وہاں تو کامیابی ہوگئی تھی اب ہمارے ہاں آ کر دیکھو ہم کس طرح تمہاری خبر لیتے ہیں مگر وہاں یہ بات نہیں۔ وہاں اُلٹا دوسرے لوگ شِکوہ کرتے ہیں کہ آپ لوگ ہمیں کیوں بھول گئے کیا دوسرے زیادہ حق رکھتے تھے کہ آپ اُن کے پاس گئے اور ہمارے پاس نہیں آئے۔ پس درحقیقت وہ سب سے زیادہ مستحق ہیں اس بات کے کہ اُن کی طرف توجہ کی جائے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ گو ان اخراجات کو برداشت کرنے کی بھی ہماری جماعت میں طاقت نہیں لیکن فرض کرو جماعت ان اخراجات کو برداشت کر لے تو پھر بھی کیا ہو سکتا ہے۔ میں نے بتایا ہے کہ یہ تبلیغ آٹے میں نمک کے برابر ابھی نہیں۔ میں نے سرِ دست صرف ۸۰ مبلّغین کا اندازہ کیا ہے۔ پچاس ہندوستان کے لئے اور تیس بیرون ہند کے لئے۔ اور اگر ان مبلّغین کو بھی شامل کر لیا جائے جو بیرونی ممالک کے مبلّغین کی جگہ بھجوانے کیلئے تیار کئے جائیں گے تو یہ تعداد ایک سَو دس تک پہنچ جاتی ہے لیکن اگر ہماری جماعت اِس کو اہم کام قرار دے کر مطمئن ہو جائے اور اُس کا دل اِس تبلیغ پر تسلّی پا جائے تو مَیں اِس کو جنون سے کم نہیں سمجھوں گا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا میں تبلیغ کرنے کے لئے ہمیں ہزاروں مبلّغوں کی ضرورت ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مبلّغ کہاں سے آئیں اور ان کے اخراجات کون برداشت کرے۔ مَیں نے بہت سوچا ہے مگر

بڑے غور و فکر کے بعد مَیں سوائے اس کے اور کسی نتیجہ پر نہیں پہنچا کہ جب تک وہی طریق اختیار نہیں کیا جائے گا جو پہلے زمانوں میں اختیار کیا گیا تھا اُس وقت تک ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

حضرت بدھ کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ وہ پھرتے پھراتے جب اپنے باپ کے علاقہ میں آئے تو چونکہ اُنہوں نے تاج وتخت چھوڑ دیا تھا اور جیسے ہماری شریعت میں قانون ہے کہ یتیم پوتے کو ورثہ نہیں ملتا سوائے اِس کے کہ اگر دادا چاہے تو اپنی جائداد کے اُس حصہ میں سے جس کی وصیّت اس کے لئے جائز ہے کچھ حصہ اُسے ہبہ کر دے۔ اسی طرح اس ریاست میں یہ قانون تھا کہ اگر بیٹا بادشاہ نہ بنتا تو پوتا تاج وتخت کا وارث نہیں ہوسکتا تھا۔ حضرت بدھ کے باپ کو بڑا فکر تھا کہ میرے بیٹے نے تو تخت کو چھوڑ ہی دیا تھا اس لئے میرے پوتے کے ہاتھ سے بھی بادشاہت نکل جائے گی۔ ایک دفعہ اتفاقاً حضرت بدھ اسی علاقہ میں آئے تو اُن کے باپ نے اپنے پوتے کو جو دس گیارہ سال کا تھا ایک پیالہ دے کر کہا کہ جاؤ اور اپنے باپ سے بھیک مانگ لا۔ مطلب یہ تھا کہ آپ نے تو گدی پر بیٹھنے سے انکار کر دیا ہے اب اپنے اِس حق کو میری طرف ہی منتقل کر دیں کیونکہ اُس ملک میں یہ دستور تھا کہ گو ایسی حالت میں پوتا بادشاہ نہیں بن سکتا تھا لیکن اگر باپ اُس کی طرف بادشاہت منتقل کر دے تو وہ منتقل ہو جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت بدھ جہاں تعلیم دے رہے تھے وہیں اُن کا بیٹا جا پہنچا اور اُن کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا مہاراج! مَیں اپنا حق لینے آیا ہوں۔ بدھوں میں دستور ہے کہ جب وہ کسی کو بھکشو بناتے ہیں تو اُس کا سر منڈوا دیتے ہیں جیسے عیسائی بپتسمہ دیتے ہیں۔ وہ بھکشو بنانے کیلئے سر منڈوانا ضروری سمجھتے ہیں۔ جب اُس نے کہا مہاراج! مَیں آپ سے اپنا حق لینے آیا ہوں تو حضرت بدھ نے نائی بلایا اور اُس کا سر منڈوا دیا۔ گویا وہ تو گدی لینے گیا تھا مگر اُنہوں نے اُس کو بھی بھکشو بنا لیا۔ اُن کے باپ کو جب معلوم ہوا کہ بدھ نے میرے پوتے کو بھی بھکشو بنا دیا ہے تو وہ ان پر ناراض ہوا کہ تم نے آپ تو گدی چھوڑی تھی اپنے بیٹے کو بھکشو بنا کر تو تم نے اپنے خاندان کی جڑ ہی کاٹ دی اور ہماری نسل کو ہی تباہ کر دیا۔ (بدھ بھکشو شادی نہیں کرسکتا اس لئے آئندہ اولاد کا چلنا ناممکن ہو گیا) انہوں نے کہا مَیں کیا کرتا جب میرا بیٹا مجھ سے خیرات لینے کے لئے آیا تو میں اسے کیا دیتا میرے پاس سب سے بڑی دولت یہی تھی اِس لئے میں نے اسے یہی چیز دے دی۔ دنیا میرے پاس تھی نہیں کہ میں اسے دیتا

میرے پاس تو یہی ایک چیز تھی سو میں نے اسے دے دی۔ باپ کہنے لگا اب تو جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا آئندہ کے لئے کسی نابالغ کو بھکشو نہ بنانا۔ حضرت بدھ نے وعدہ کر لیا چنانچہ اب تک بدھ مذہب کے احکام میں یہ شامل ہے کہ کسی نابالغ کو بھکشو نہ بنایا جائے۔ یہی طریق عیسائیوں کی تبلیغ کا تھا۔ حضرت مسیح ناصری نے اپنے حواریوں سے کہا کہ تم دنیا میں نکل جاؤ اور تبلیغ کرو۔ جب رات کا وقت آئے تو جس بستی میں تمہیں ٹھہرنا پڑے اسی بستی کے رہنے والوں سے کھانا کھاؤ اور پھر آگے چل دو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑی حکمت سے یہ بات اپنی اُمت کو سکھائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہر بستی پر باہر سے آنے والے کی مہمان نوازی تین دن فرض ہے۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اگر بستی والے کھانا نہ کھلائیں تو کیا کیا جائے؟ آپؐ نے فرمایا تم زبردستی اُن سے لے لو[۲] گویا ہمارا حق ہے کہ ہم تین دن ٹھہریں اور بستی والوں کا فرض ہے کہ وہ تین دن کھانا کھلائیں۔ میں سمجھتا ہوں اِس میں رسول کریم ﷺ نے تبلیغ کے طریق کی طرف ہی اشارہ کیا ہے اور فرمایا ہے اگر تم کسی بستی سے تین دن کھانا کھاتے ہو تو یہ بھیک نہیں، ہاں اگر تین دن سے زائد ٹھہر کر تم اُن سے کھانا مانگتے ہو تو یہ بھیگ ہوگی۔ اگر ہماری جماعت کے دوست بھی اِسی طرح کریں کہ وہ گھروں سے تبلیغ کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ ایک ایک گاؤں اور ایک ایک بستی اور ایک ایک شہر میں تین تین دن ٹھہرتے جائیں اور تبلیغ کرتے جائیں۔ اگر کسی گاؤں والے لڑیں تو جیسے حضرت مسیح ناصری نے کہا تھا وہ اپنے پاؤں سے خاک جھاڑ کر آگے نکل جائیں تو میں سمجھتا ہوں تبلیغ کا سوال ایک دن میں حل ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی جب وقف زندگی کا اعلان کیا تو گو وقفِ زندگی کی شرائط آپ نے خود نہیں لکھیں بلکہ میر حامد شاہ صاحب سے لکھوائیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِن کو دیکھا اور کچھ اصلاح کے ساتھ پسند فرمایا۔ مجھے خوب یاد ہے اِن میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مَیں کوئی معاوضہ نہیں لوں گا چاہے مجھے درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرنا پڑے میں گزارہ کروں گا اور تبلیغ کروں گا۔ یہی وہ طریق ہے جس سے صحیح طور پر تبلیغ ہو سکتی ہے۔ جب ہم اعداد و شمار سے کام لینے لگتے ہیں تو اخراجات کا اندازہ اِس قدر بڑھ جاتا ہے کہ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا کہ یہ

اخراجات کس طرح پورے ہو سکیں گے۔ پس اصل تبلیغ ہم اسی طرح کر سکتے ہیں اِس کے بغیر اگر ہم تبلیغ کرنا چاہیں تو مجھے اِس میں کامیابی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ چونکہ بہت سے دوستوں نے میرے اعلان پر اپنی زندگیوں کو سلسلہ کے لئے وقف کیا ہے اِس لئے میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ قربانی کا ارادہ اور عزم اپنے اندر پیدا کریں ورنہ سلسلہ کبھی کامیاب تبلیغ نہیں کر سکتا۔ اگر ایسے مبلّغ آئیں جو بغیر کسی معاوضہ کے تبلیغ کے لئے نکل کھڑے ہوں تو ہمیں اِن کے متعلق کوئی فکر نہیں ہو گا۔ مگر اَب تو لوگ اُدھر زندگی وقف کرتے ہیں اور اِدھر ہمیں فکر پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ ہمارے پاس اتنا روپیہ بھی ہے یا نہیں کہ ہم اِن کا وقف قبول کریں۔ لیکن اگر وہ ہم سے معاوضہ لئے بغیر نکل جائیں، سادہ لباس پہنیں اور سادہ خوراک استعمال کریں، اخلاص اور تقویٰ سے کام لیں تو نہ سلسلہ پر بار پڑ سکتا ہے اور نہ اِن کو کوئی خاص پریشانی لاحق ہو سکتی ہے کیونکہ جب وہ اخلاص سے کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ اِن کے کام میں برکت ڈال دے گا اور اِن کے اِردگرد ایک جماعت پیدا کر دے گا۔ پھر وہ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ کسی موزوں مقام کا انتخاب کر کے وہاں بیٹھ جائیں اور لوگوں کو درس دینا شروع کر دیں۔

پس اِس طریق کے ماتحت یہ نہیں ہو گا کہ وہ ہمیشہ پھرتے رہیں گے بلکہ اگر کسی علاقہ میں زیادہ لوگ احمدی ہو جائیں تو وہ ایسا بھی کر سکتے ہیں کہ وہ اُسی جگہ بیٹھ جائیں اور لوگوں کو درس دینا شروع کر دیں۔ درس سے اُن کی کمائی کی صورت بھی پیدا ہو جائے گی اور تبلیغ کا دائرہ بھی وسیع ہو جائے گا۔ ہندوستان میں بہت بڑا اثر حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت سید احمد صاحبؒ بریلوی کے طریق تبلیغ کا ہوا ہے۔ حضرت سید احمد صاحبؒ درحقیقت حضرت ولی اللہ شاہ صاحبؒ دہلوی کے علمی طور پر شاگرد ہی تھے اور اِن دونوں بزرگوں نے جس طریق سے کامیابی حاصل کی وہ یہی تھا کہ انہوں نے درس جاری کر دیئے جن میں جوق درجوق لوگوں نے شامل ہونا شروع کر دیا اور اِس طرح سارے ہندوستان میں اِن کے شاگرد پھیل گئے۔ پہلے ایک شخص اِن سے تعلیم لے کر نکلا، پھر دوسرا شخص نکلا، پھر تیسرا شخص نکلا یہاں تک کہ انہوں نے درسوں کے ذریعہ سب جگہ اپنے عقائد پھیلا دیئے۔ مگر یہ تبلیغ کا دوسرا ذریعہ ہے پہلا ذریعہ یہی ہے کہ انسان خود علم سیکھے اور دوسروں کو تبلیغ کرے۔ جب تبلیغ کرتے کرتے اُسے کوئی مرکز نظر آ جائے اور وہ

سمجھ لے کہ اَب دس پندرہ آدمی میری باتوں میں دلچسپی لینے لگ گئے ہیں تو وہ اُسی جگہ بیٹھ جائے اور مدرسہ جاری کر دے جس میں لوگوں کو دین کی باتیں سکھائے۔ جوں جوں لوگ اِس سے پڑھیں گے وہ اِردگرد کے گاؤں اور دیہات میں اِن اثرات کو پھیلائیں گے۔ آگے وہ اَور لوگوں تک اِن باتوں کو پہنچائیں گے یہاں تک کہ اِس کے ذریعہ ہزارہا معلم اور ہزارہا مدرس پیدا ہو جائیں گے جو لاکھوں کروڑوں کی ہدایت کا موجب ہوں گے۔ یہ وہ روح ہے جس کو پیدا کئے بغیر تبلیغ میں کبھی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ پھر تبلیغ کے لئے لٹریچر کی اشاعت بھی بڑی ضروری چیز ہے اور چونکہ دنیا میں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں اِس لئے ضروری ہے کہ ہمارے پاس مختلف زبانوں میں لٹریچر موجود ہو۔ اَب تو یہ حالت ہے کہ جامعہ احمدیہ سے ایک طالب علم نکلتا ہے تو دعوۃ وتبلیغ والے کہتے ہیں اِسے تبلیغ کے لئے لو۔ پھر وہ اُسے دفتر میں بٹھا لیتے ہیں اور جب گجرات یا جہلم سے کوئی چِٹھی آتی ہے تو اِسے تقریر کے لئے وہاں بھجوا دیتے ہیں۔ اُنہوں نے کبھی اِس بات کو مدنظر ہی نہیں رکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف قادیان یا پنجاب کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری دنیا کے لئے آئے تھے جس میں سینکڑوں زبانیں بولی جاتی ہیں۔ پس اِن کا فرض تھا کہ وہ دنیا کی ہر زبان کے لئے مبلّغ تیار کرتے اور ہر زبان میں لٹریچر تیار کراتے۔ مگر پچاس سال گزر گئے انہوں نے اِس بات کی طرف توجہ ہی نہیں کی بلکہ ساری دنیا کو جانے دو، سوال یہ ہے کہ کیا ہندوستان میں ہی صرف اُردو زبان بولی جاتی ہے کوئی اور زبان نہیں بولی جاتی؟ جب ہندوستان میں ہی کئی زبانیں بولی جاتی ہیں تو محکمہ دعوۃ وتبلیغ نے یہ کس طرح سمجھ لیا کہ وہ اُردو میں بولنے والے مبلّغ رکھ کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا ہے۔ پنجاب میں بے شک اُردو بولی جاتی ہے مگر بنگال میں اُردو زبان کام نہیں دے سکتی بلکہ بنگالی کام آتی ہے۔ اڑیسہ میں اڑیہ زبان کام آتی ہے۔ بمبئی میں مرہٹی یا گجراتی کام آتی ہے۔ سی پی میں بھی گجراتی کام آتی ہے۔ مدراس میں تامل، تلنگو، اور مالاباری کام دیتی ہے۔ صوبہ سرحد میں پشتو اور فارسی کام دیتی ہیں۔ پھر بڑے بڑے شہروں مثلاً کلکتہ، بمبئی، ڈھاکہ، مدراس اور کراچی وغیرہ میں بھی اُردو کام نہیں آتی بلکہ انگریزی کام آتی ہے۔ سندھ میں سندھی زبان بولی جاتی ہے مگر انہوں نے اِس بات کو کبھی مدنظر ہی نہیں رکھا۔ بس اپنا کام صرف اتنا ہی سمجھ لیا کہ مبلّغوں کو دفتر

میں بٹھالیا اور جب گجرات یا جہلم یا کسی اور جگہ سے کوئی چٹھی آئی تو وہاں دو دن کے لئے مبلّغ بھجوا دیا اور پھر دو دو مہینے اِسے آرام کرنے کے لئے اپنے گھر میں بٹھا دیا۔ پھر کسی جگہ سے چٹھی آتی تو پھر چند دنوں کے لئے انہیں تقریر کرنے کے لئے بھجوا دیا۔ اَب میں نے بڑی مشکل سے اِن مبلّغوں کو باہر نکالا ہے مگر اِن میں سے اکثر ایسے مبلّغ ہیں جو پنجاب کے باہر اور کہیں کام نہیں کر سکتے۔ حالانکہ سرحد میں تبلیغ کا خدا نے ایک بہترین ذریعہ یہ پیدا کر رکھا ہے کہ وہاں ہمارے شہداء نے اپنے خون سے سلسلہ کی صداقت کی وہ تحریر لکھ رکھی ہے جو ہزاروں لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوسکتی ہے۔ مگر افسوس اِس زبان میں تبلیغ کی طرف توجہ ہی نہیں کی گئی۔ اِسی طرح سندھ میں تبلیغ کا بڑا امیدان ہے مگر ہمارے پاس سندھی زبان کا ماہر کوئی مبلّغ موجود نہیں۔ اِسی طرح گجراتی، مرہٹی، تامل، تلنگو، بنگالی، ہندی اور اڑیہ وغیرہ زبانیں جاننے والے ہمارے پاس کوئی مبلّغ نہیں۔ اگر دعوۃ و تبلیغ والے سوچتے کہ ہم یہ کیا کر رہے ہیں تو وہ کب سے بیدار ہو چکے ہوتے اور انہیں محسوس ہوتا کہ وہ ایک غلط قدم اُٹھا رہے ہیں۔ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف اور زبانوں کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ کوئی ایسا مبلّغ بھی تیار نہیں کیا جو انگریزی میں عمدگی سے تقریریں وغیرہ کر سکے۔ اِس وقت دنیا میں ایک شور مچ رہا ہے۔ اور بمبئی، کلکتہ اور مدراس وغیرہ سے چٹھیاں آ رہی ہیں کہ ہماری طرف مبلّغ بھیجے جائیں جو انگریزی میں تقریریں وغیرہ کر سکیں۔ مگر دعوۃ و تبلیغ والے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی انگریزی بولنے والا مبلّغ نہیں۔ پچاس سال سے کُفر کے ساتھ جنگ لڑی جا رہی ہے اور ابھی تک انہیں خیال ہی پیدا نہیں ہوا کہ ہم اپنے مبلّغوں کو کس کس رنگ میں تیار کریں۔ سوتے ہوئے دیوؤں کے متعلق بھی مشہور ہے کہ انہیں چھ مہینے کے بعد ہوش آ جاتی ہے مگر یہاں پچاس سال گزر گئے اور ابھی تک آنکھ نہیں کھلی۔

اَب وقت آ گیا ہے کہ اِس رنگ میں کام کیا جائے۔ چنانچہ مَیں جن واقفینِ زندگی کو تیار کر رہا ہوں اُن کے متعلق میری یہی سکیم ہے کہ اُنہیں دنیا کی ایک ایک زبان کا ماہر بنا دیا جائے تا کہ ہر زبان میں کام کرنے والے تحریکِ جدید کے مبلّغ ہمارے پاس موجود ہوں اور ہم اُنہیں دنیا میں پھیلا کر اسلام کی اشاعت کا کام سرانجام دے سکیں۔ اِن واقفین کی تعلیم پر بہت سا وقت ضائع بھی ہوا ہے کیونکہ ہر چیز تجربہ سے حاصل ہوتی ہے لیکن اَب چونکہ ایک تجربہ ہو چکا ہے اِس لئے

مَیں اُمید کرتا ہوں کہ جتنا وقت اِن پر صرف ہوا ہے آئندہ اِس سے آدھے عرصہ میں نئے مبلّغ تیار ہو جایا کریں گے اور وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے ہوں گے کہ اُن میں سے کوئی جرمن زبان کا ماہر ہوگا، کوئی فرانسیسی زبان کا ماہر ہوگا، کوئی ڈچ زبان کا ماہر ہوگا، کوئی اٹالین زبان کا ماہر ہوگا، کوئی روسی زبان کا ماہر ہوگا، کوئی سپینش زبان کا ماہر ہوگا اور کوئی پرتگیزی زبان کا ماہر ہوگا۔ اِسی طرح ہندوستان کی زبانوں میں سے کسی کو اڑیہ زبان سکھائی جائے گی، کسی کو بنگالی زبان سکھائی جائے گی، کسی کو مرہٹی زبان سکھائی جائے گی، کسی کو تامل زبان سکھائی جائے گی، کسی کو تلنگو زبان سکھائی جائے گی، کسی کو سندھی زبان سکھائی جائے گی، کسی کو پشتو زبان سکھائی جائے گی تا کہ وہ ہر زبان میں کام کر سکیں اور ہر زبان کے جاننے والوں کو اسلام میں داخل کر سکیں۔

پس تبلیغ کا ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں مہارت پیدا کی جائے اور پھر تبلیغ کی طرف توجہ کی جائے۔ دوسرا ذریعہ تبلیغ کا طبّ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مَیں نے ایک طالب علم کو خاص طور پر دہلی میں طبّ کی تعلیم دلوائی ہے۔ طبّ کی موٹی موٹی باتیں انسان چھ ماہ میں سیکھ کر ہزاروں لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ ابھی ہمارے ملک میں کئی علاقے ایسے ہیں جہاں ڈاکٹری کی بجائے دیسی طبّ کا علاج ہے اور انسان اگر معمولی توجہ سے بھی کام لے تو وہ طبّ میں مہارت پیدا کر کے کئی قسم کی بیماریوں کا علاج کر سکتا ہے مثلاً داڑھ درد ہے یا بخار ہے یا تلی ہے یا سر درد ہے یا قبض ہے یا کھانسی ہے یا نزلہ ان امراض کے متعلق ایسی ایسی سستی دوائیں موجود ہیں جو چند پیسوں میں تیار ہو سکتی ہیں اور بیسیوں لوگ ان سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اگر گولیاں بنائی جائیں تو وہ بھی چند آنوں میں دو دو تین تین سَو تیار ہو سکتی ہیں۔ جب کسی بیمار کو ایسا شخص دوائی دے گا تو یہ لازمی بات ہے کہ فائدہ محسوس ہونے پر دوسرا شخص خدمت کرنے کی کوشش کرے گا۔

حضرت خلیفہ اوّل فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک دفعہ علاج کے لئے بمبئی بلایا گیا۔ آپ نے یہ سفر جہاز میں کیا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ دوستوں نے مجھے کہا کہ آپ سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ خرید لیں مگر میں نے کہا مَیں تو ڈیک کا ٹکٹ لوں گا۔ جب جہاز میں سوار ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ تمام جگہ لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ آپ نے ایک جگہ اپنا بستر بچھایا تو لوگوں نے اُسے اُٹھا کر پرے پھینک دیا۔ وہ گجراتی طرز کے لوگ تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قیافہ شناسی میں بڑا ملکہ عطا

فرمایا ہوا تھا اور طبّ میں تو ماہر ہی تھے آپ نے اُن میں سے ایک شخص کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا اور چونکہ سمندری کنارہ کے رہنے والوں میں قوتِ باہ کی کمی ہوتی ہے اس لئے آپ نے اُسے کہا مجھے تمہاری شکل سے معلوم ہوگیا ہے کہ تم میں قوتِ باہ کی کمزوری ہے۔ وہ کہنے لگا آپ کو کس طرح پتہ لگا؟ آپ نے کہا مَیں تمہارے چہرے سے تاڑ گیا ہوں کیونکہ میں طبیب ہوں۔ اُس نے کہا آپ بالکل درست فرماتے ہیں۔ مہربانی فرما کر کوئی نسخہ لکھ دیں آپ نے ایک نسخہ لکھ دیا۔ فرماتے تھے اُس ایک نسخے کا لکھنا تھا کہ یوں معلوم ہوا جیسے سب جہاز والے قوتِ باہ کے مریض ہیں۔ ہر ایک نے اپنا اپنا حال آپ سے بیان کرنا شروع کر دیا۔ کچھ اَور امراض کے مریض بھی نکل آئے اور آپ نے ہر ایک کو علاج بتایا۔ اِس کا ایسا اثر ہوا کہ یا تو انہوں نے آپ کا بستر اُٹھا کر پھینکا تھا اور یا درمیان میں ایک بڑی سی جگہ بنا کر بڑی عزت سے انہوں نے آپ کا بستر بچھا دیا۔ پھر کوئی کھانا پکا کر دیتا، کوئی پاخانہ میں لوٹا رکھ دیتا، کوئی پانی پلانے کے لئے موجود ہوتا، کوئی دبانے کے لئے پاس بیٹھا رہتا اس طرح آپ فرماتے کہ میں ڈیک میں اتنے آرام سے پہنچا کہ سیکنڈ کلاس میں بھی اتنا آرام میسر نہیں آ سکتا تھا۔ تو طبّ بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر کوئی شخص باقاعدہ علمِ طبّ حاصل نہیں کر سکتا تو وہ چھوٹی موٹی باتیں تو یاد رکھ سکتا ہے۔ عربی میں مثل ہے مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّهٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّهٗ۔ جو چیز ساری حاصل نہیں کی جاسکتی وہ ساری چھوڑنی بھی تو نہیں چاہئے۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ طبّ میں سرجری نہیں اِسی طرح بعض اور تحقیقاتوں میں وہ ڈاکٹری سے بہت پیچھے ہے لیکن اِس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ مخلوق کو ابھی طبّ سے جس قدر فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے وہ فائدہ ابھی تک نہیں پہنچایا گیا۔ اگر ہمارے مبلّغ طبّ سیکھ لیں تو انہیں روٹی مانگنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ وہ جہاں جائیں گے لوگ انہیں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور ان کی خدمت کر کے خوش ہوں گے۔

پس یہ بھی ایک ذریعہ ہے جس سے ہماری جماعت کے دوست تبلیغ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح تبلیغ کا ایک یہ بھی ذریعہ ہے کھاتے پیتے لوگ اپنی اولادوں کو خود خرچ دیں اور ان کے ذریعہ تبلیغ کرائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قوم اُسی وقت تبلیغ میں کامیاب ہوسکتی ہے جب وہ اپنے گھروں سے اُسی طرح نکل کھڑی ہو جس طرح بارش کے بعد زمین میں سے کیڑے مکوڑے نکلنے شروع

ہو جاتے ہیں تب کوئی قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ وہ ایک عجیب نظارہ ہوتا ہے جب بارش کے بعد کیڑے مکوڑے نکلنے شروع ہوتے ہیں درحقیقت وہ بھی ایک چھوٹا سا حشر ہوتا ہے ۔ جب زمین پر پانی کا چھینٹا پڑتا ہے تو کوئی دو لاتوں کا ٹڈا، کوئی چار لاتوں کا ٹڈا، کوئی موٹا، کوئی چھوٹا سب زمین میں سے نکل آتے ہیں ۔ یہی خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ جب دنیا پر نبوت کی بارش نازل ہو تو اس کے بعد عالم بھی اور جاہل بھی، تھوڑے علم والے بھی اور زیادہ علم والے بھی، لائق بھی اور نالائق بھی سب اپنے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں جب وہ ایسا کرتے ہیں تو چونکہ سچائی میں ایک طاقت ہوتی ہے اِس لئے لوگ خود بخود ہتھیار ڈال دیتے ہیں ۔ اِسی طرح اِس امر کی بھی ضرورت ہے کہ پُرانے علماء کی طرف توجہ کی جائے اور اُنہیں احمدیت کی طرف مائل کیا جائے ۔ اگر دس پندرہ بڑے بڑے صاحب رسوخ مولوی ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں تو ان کے اثر کی وجہ سے ایک ایک کے ساتھ ہزار ہزار دو دو ہزار آدمی آ سکتے ہیں ۔ پس ہمیں اپنی جماعت میں مولویوں کو کھینچ کھینچ کر لانا چاہئے بلکہ اگر ہمیں اُن کو قادیان آنے اور یہاں کے حالات کا مطالعہ کرنے کے لئے اُن کی منتیں بھی کرنی پڑیں تو کوئی حرج نہیں ۔ مولوی قوم کے راجہ ہوتے ہیں جس طرح راجہ کے پیچھے اُس کی رعایا چلتی ہے اِسی طرح جب کوئی صاحب اثر مولوی احمدیت قبول کر لے تو اُس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کا بیعت میں شامل ہو جانا بالکل آسان ہوتا ہے ۔ ہماری جماعت میں مولوی برہان الدین صاحب جہلمی کے اثر کے ماتحت بہت لوگ داخل ہوئے تھے ۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جہلم سے مقدمہ کی پیروی کے بعد واپس تشریف لائے تو آپ بہت ہی متأثر تھے کیونکہ مولوی برہان الدین صاحب کا وہاں بڑا اثر تھا اور آپ جہاں جاتے یہی وعظ کرتے تھے کہ مرزا صاحب آ رہے ہیں جاؤ اور اُن کو دیکھو ۔ پھر اُن کے وعظ کا رنگ بھی عجیب تھا کہ بار بار کہتے ''سُبْحَانَ اللّٰہِ ایہہ نعمتاں کتھوں ۔'' چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جہلم تشریف لے گئے تو ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے سینکڑوں لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ سٹیشن سے کچہری تک لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے یہ حالت تھی کہ اگر تھالی پھینکی جاتی تو اُن کے سروں پر اُڑتی چلی جاتی ۔ ایک علاقہ کے علاقہ میں اتنی

بڑی ہلچل کا پیدا ہو جانا محض مولوی برہان الدین صاحب کے اثر کا نتیجہ تھا۔ اِسی طرح اگر اب علماء کی طرف توجہ کی جائے تو ہزاروں لوگ ان کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہو سکتے ہیں۔

(ایک دوست نے علاقہ سرگودھا کے حالات بیان کر کے عرض کیا کہ یہ علاقہ بھی تبلیغی نقطہ نگاہ سے حضور کی توجہ کا محتاج ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا)

سرگودھا بے شک تبلیغ کے لحاظ سے ہم پر حق رکھتا ہے کیونکہ حضرت خلیفہ اوّل اسی علاقہ کے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے جب سکھوں نے قادیان فتح کر لیا تو ہمارے خاندان کے افراد کپورتھلہ میں چلے گئے اور وہاں کی ریاست نے ان کو گزارہ کے لئے دو گاؤں دے دیئے۔ کپورتھلہ میں ہی ہمارے پردادا صاحب فوت ہو گئے تھے۔ ہمارے دادا کی عمر اُس وقت سولہ سال تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پردادا اپنے والد کے برخلاف جو بہت بڑے پارسا اور عزم کے مالک تھے کم ہمت تھے اور اسی وجہ سے ہمارے خاندان کو یہ ذلت پہنچی لیکن ہمارے دادا ہمت والے تھے۔ اُس وقت جب ہمارے پردادا فوت ہوئے وہ صرف سولہ سال کے تھے لیکن انہوں نے کہا میں اپنے باپ کو قادیان میں ہی دفن کروں گا۔ چنانچہ وہ اُن کی لاش یہاں لائے سکھوں نے ان کا مقابلہ کرنا چاہا مگر کچھ تو اُن کی دلیری کی وجہ سے اور کچھ اِس وجہ سے کہ ہمارے آباء اِس علاقہ پر حکمران رہ چکے تھے سارے علاقہ میں شورش ہوگئی اور لوگوں نے کہا ہم اِس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ ان کو اب یہاں دفن ہونے کے لئے بھی جگہ نہ دی جائے۔ چنانچہ سکھوں نے اجازت دے دی اور وہ انہیں قادیان میں دفن کر گئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے دادا نے جب یہ سلوک دیکھا تو انہوں نے کہا چونکہ اِس زمانہ میں ساری عزت علم سے ہے اس لئے مَیں اب علم حاصل کر کے رہونگا تا کہ ہمارے خاندان کو عزت حاصل ہو۔ چنانچہ انہوں نے گھر کو چھوڑ دیا اور دلّی چلے گئے۔ اُن کے ساتھ اُس زمانہ کے طریق کے مطابق ایک میراثی بھی چل پڑا۔ اُنہوں نے سنا ہوا تھا کہ مساجد میں تعلیم کا انتظام ہوتا ہے جہاں لڑکے پڑھتے ہیں۔ وہ بھی گئے اور ایک مسجد میں جا کر بیٹھ گئے مگر کسی نے اُن کو پوچھا تک نہیں یہاں تک کہ تین چار دن فاقہ سے گزر گئے۔

تیسرے چوتھے دن کسی غریب کو خیال آیا اور وہ رات کے وقت انہیں ایک روٹی دے گیا مگر معلوم ہوتا ہے وہ کوئی بہت ہی غریب شخص تھا کیونکہ روٹی سات آٹھ دن کی تھی اور ایسی سُوکھی ہوئی تھی جیسے لوہے کی تھالی ہوتی ہے۔ وہ اپنے ہاتھ میں روٹی لے کر انتہائی افسردگی کے عالم میں بیٹھ گئے اور حیرت سے منہ میں اُنگلی ڈال کر اپنی حالت پر غور کرنے لگے کہ کس حد تک ہماری حالت گر چکی ہے۔ میراثی اُن کے چہرے کے رنگ کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ اِس وقت یہ سخت غم کی حالت میں ہیں اور اُس نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو یہ صدمے سے بیمار ہو جائیں، میراثیوں کو چونکہ ہنسی کی عادت ہوتی ہے اِس لئے اُس نے سمجھا کہ اب مجھے کوئی مذاق کر کے اِن کی طبیعت کا رُخ کسی اور طرف بدلنا چاہئے۔ چنانچہ وہ مذاقاً کہنے لگا۔ مرزا جی! میرا حصہ۔ وہ جانتا تھا کہ یہ کوئی حصے والی چیز نہیں مگر چونکہ وہ چاہتا تھا کہ ان کا صدمہ کسی طرح دُور ہو اِس لئے اُس نے مذاق کر دیا۔ اُنہیں یہ سن کر سخت غصہ آیا اور اُنہوں نے زور سے روٹی اُس کی طرف پھینکی جو اُس کی ناک پر لگی اور خون بہنے لگ گیا۔ یہ دیکھ کر وہ اُٹھے اور میراثی سے ہمدردی کرنے لگے۔ اِس طرح اُن کی دماغی حالت جو صدمہ سے غیر متوازن ہوگئی تھی درست ہوگئی ورنہ خطرہ یہی تھا کہ وہ اِس غم سے کہیں پاگل نہ ہو جائیں۔ پھر خدا نے اُن کیلئے ایسے سامان پیدا فرما دیئے کہ وہ وہاں سے خوب علم پڑھ کر واپس آئے۔

تو جب انسان کسی بات کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے سامان بھی پیدا کر دیتا ہے اصل میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں یہ مادہ رکھا ہے کہ وہ قربانی کی قدر کرتا ہے۔ اگر لوگ دیکھیں کہ واقعہ میں کوئی شخص تکلیف اُٹھا رہا ہے اور دوسروں کے فائدہ کے لئے اپنے نفس کو مشقت میں ڈال رہا ہے تو اُن کے دلوں میں ضرور جوش پیدا ہوتا ہے کہ ہم بھی اِس سے کوئی نیک سلوک کر کے ثواب میں شامل ہو جائیں۔

(عشاء کی نماز کے بعد فرمایا)

میں نے جو تبلیغ کی سکیم بتائی ہے اس سے میری غرض یہ ہے کہ دوست اِس کی اہمیت کو سمجھیں اور یہ بھی جان لیں کہ ان تبلیغی اخراجات کو برداشت کرنا ہمارے بس سے باہر ہے۔ ایسے حالات میں ہمارے لئے سوائے اِس کے اور کوئی راہ نہیں کہ ہم دعاؤں میں مشغول

ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اپنے فضل سے ایسے راستے کھول دے جن سے تبلیغ میں آسانی پیدا ہو۔ایسی وسیع دنیا میں ستّر مبلّغ اور چالیس اُن کے قائم مقام گویا صرف ایک سَو دس آدمی مَیں نے تجویز کئے ہیں مگر پھر بھی سالانہ خرچ کا اندازہ پانچ لاکھ روپیہ تک بن جاتا ہے۔ پس یہ ایسی چیز ہے جس کے لئے بہت بڑی دعاؤں، گریہ وزاری اور نفس کی اصلاح کی ضرورت ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہو اور وہ ان مشکلات کو دُور فرما دے۔روپیہ تو ہاتھ کی مَیل ہوتی ہے اور وہ پانچ کروڑ بھی اکٹھا ہوسکتا ہے مگر صرف روپیہ تبلیغ کے لئے کافی نہیں ہوتا اِس کے لئے دلوں کی اصلاح کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔پس جماعت کے دوستوں کو خاص طور پر دعاؤں سے کام لینا چاہئے تا کہ اِن مشکلات میں اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے اور ہماری جماعت اپنے قلوب کی اصلاح کر کے اس کے فضلوں کی وارث ہو جائے۔اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ

(الفضل ۲۱، ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۴ء)

---

۱ النصر: ۳

۲ مسلم کتاب اللقطة باب الضیافة و نحوھا